ضمیمہ ۱

بسلسلہ الدھر، حاشیہ ۳۳

ان آیات میں تین باتیں ارشاد ہوئی ہیں۔ ایک یہ کہ جس کا جی چاہے اپنے رب کی طرف جانے کا راستہ اختیار کرے۔ دوسرے یہ کہ تمہارے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا جب تک اللہ نہ چاہے۔ تیسرے یہ کہ اللہ بڑا حکیم و علیم ہے۔ ان تینوں باتوں پر اگر اچھی طرح غور کیا جائے تو انسان کی آزادیِ اختیار اور اللہ کی مشیت کا تعلق بخوبی سمجھ میں آجاتا ہے اور وہ تمام الجھنیں صاف ہو جاتی ہیں جو تقدیر کے مسئلے میں بالعموم لوگوں کے ذہنوں میں پائی جاتی ہیں۔

پہلی آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ اس دنیا میں انسان کو جو اختیارات دیے گئے ہیں وہ صرف اس حد تک ہیں کہ یہاں زندگی بسر کرنے کے لیے جو مختلف راستے اُس کے سامنے آتے ہیں اُن میں سے کسی کو اختیار کرنے کا فیصلہ کرے۔ یہ انتخاب کی آزادی (FREEDOM OF CHOICE) ہے جو اللہ نے اُس کو دی ہے۔ مثلاً ایک آدمی کے سامنے اپنی روزی حاصل کرنے کا سوال جب آتا ہے تو اُس کے آگے بہت سے راستے ہوتے ہیں جن میں سے کچھ حلال ہیں، جیسے جائز نوعیت کی محنت مزدوری، ملازمت، تجارت، یا صنعت و حرفت یا زراعت۔ اور کچھ حرام ہیں، مثلاً چوری، ڈاکہ، رہزنی، جیب تراشی، عصمت فروشی، سود خواری، قمار بازی، رشوت اور حرام نوعیت کی نوکریاں اور تجارتیں وغیرہ۔ ان میں سے کسی ایک راستے کو اختیار کرنے کا فیصلہ انسان کے اپنے انتخاب پر چھوڑ دیا گیا ہے کہ وہ اپنا رزق کس طریقے سے حاصل کرنا چاہتا ہے۔ اسی طرح اخلاق کے مختلف ڈھنگ ہیں۔ ایک طرف دیانت، امانت، شرافت، شائستگی، انصاف، رحم، ہمدردی، اور عصمت و عفت جیسے خصائل ہیں، اور دوسری طرف بد معاشی، کمینگی، ظلم و ستم، بے ایمانی، آوارگی اور بیہودگی و بدتمیزی جیسے رذائل۔ اُس کو پوری آزادی ہے کہ ان میں سے جس ڈھنگ کے اخلاق اختیار کرنا چاہے کرے۔ ایسا ہی معاملہ دین و مذہب کا ہے کہ اُس میں بھی بہت سے راستے انسان کے سامنے کھلے ہوئے ہیں۔ الحاد اور انکارِ خدا، شرک و بت پرستی، شرک و توحید کے مختلف مخلوطے، اور ایک وہ خالص خدا پرستی جس کی تعلیم قرآن دیتا ہے۔ اِن میں بھی یہ فیصلہ کرنا انسان ہی پر چھوڑ دیا گیا ہے کہ وہ ان میں سے کس کو اختیار کرنا چاہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اُس پر جبراً اپنا کوئی فیصلہ نہیں

ٹھونستا کہ وہ چاہتا تو ہو حلال روزی اور اللہ زبردستی اسے حرام خور بنائے، یا وہ چاہتا تو ہو قرآن کی پیروی اور سا للہ جبراً اسے ملحد یا مشرک یا کافر بنا دے، یا وہ چاہتا تو ہو نیک انسان بننا اور اللہ اسے خواہ مخواہ بد بنا دے۔

لیکن اس آزادیِ انتخاب کے بعد یہ بات کہ انسان عملاً بھی وہی کچھ کر سکے جو وہ کرنا چاہتا ہے، اللہ کی مشیت اور اس کے اذن اور اس کی توفیق پر منحصر ہے۔ اگر اللہ کی مشیت یہ ہو کہ انسان کو وہ کام کرنے دے جس کے کرنے کی خواہش یا ارادہ یا فیصلہ اس نے کیا ہے تب ہی وہ اُس کو کر سکتا ہے، ورنہ وہ چاہے کتنی ہی کوشش کرے اللہ کے اذن اور اس کی مشیت کے بغیر کچھ نہیں کر سکتا۔ یہی بات دوسری آیت میں فرمائی گئی ہے۔ اِس معاملہ کو یوں سمجھیے کہ اگر دنیا میں انسان کو سارے اختیارات تفویض کر دیے گئے ہوتے اور یہ بات اس کی مرضی پر چھوڑ دی گئی ہوتی کہ وہ جو کچھ بھی کرنا چاہے کر گزرے تو نظامِ عالم درہم برہم ہو جاتا۔ ایک قاتل تمام دنیا کے انسانوں کو قتل کر دینے کے لیے کافی تھا اگر اسے یہ چھوٹ مل جاتی کہ جسے چاہے قتل کر دے۔ ایک جیب کترا دنیا کے کسی آدمی کی جیب سلامت نہ چھوڑتا اگر اس کو یہ اختیار دے دیا جاتا کہ جس کی جیب کترنا چاہے کتر ڈالے۔ ایک چور کے ہاتھ سے کسی کا مال نہ بچتا، ایک زانی سے کوئی عورت نہ بچتی، ایک ڈاکو سے کسی کا گھر نہ بچ سکتا اگر ان میں سے ہر ایک کو من مانی کرنے کے پورے اختیارات حاصل ہوتے۔ اس لیے یہ بات اللہ نے اپنے ہی ہاتھ میں رکھی ہے کہ انسان صحیح یا غلط، جس راستے پر بھی چلنا چاہے اُس پر اُسے چلنے دے یا نہ چلنے دے۔ جو شخص گمراہی کو چھوڑ کر راہِ راست اختیار کرنا چاہے اس کو بھی عملاً راست روی اللہ ہی کی مشیت اور اسی کی توفیق سے نصیب ہو سکتی ہے۔ البتہ شرط یہ ہے کہ ضلالت کو چھوڑ کر ہدایت کو انتخاب کرنے کا فیصلہ انسان نے خود کیا ہو، ورنہ جس طرح اللہ کسی کو زبردستی چور یا قاتل یا ملحد یا مشرک نہیں بناتا اسی طرح وہ اس کو زبردستی مومن بھی نہیں بناتا۔

اس کے بعد تیسری آیت اس غلط فہمی کو رفع کرتی ہے کہ اللہ کی یہ مشیت کہیں اَلل ٹپ (ARBITRARY) تو نہیں ہے۔ اس کو رفع کرنے کے لیے فرمایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ علیم اور حکیم ہے، یعنی وہ دانا ہے اور سب کچھ جانتا ہے، جو کچھ بھی کرتا ہے علم اور دانائی کے ساتھ کرتا ہے، اس لیے اس کے فیصلے میں غلطی کا کوئی امکان نہیں ہے۔ وہ پورے علم اور پوری حکمت کے ساتھ یہ طے کرتا ہے کہ کس کو کیا توفیق دینی چاہیے اور کیا نہ دینی چاہیے، کسے کیا کام کرنے دینا چاہیے اور کیا نہ کرنے دینا چاہیے۔ جس حد تک وہ انسان کو موقع دیتا ہے اور اسباب کو

اُس کے لیے سازگار بناتا ہے اُسی حد تک وہ اپنی خواہش کے مطابق کام کر سکتا ہے خواہ وہ اچھا کام ہو یا برا کام۔ ہدایت کا معاملہ بھی اس سے مستثنیٰ نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی اپنے علم کی بنا پر یہ جانتا ہے اور وہی اپنی حکمت کی بنا پر یہ طے کرتا ہے کہ کون ہدایت کا مستحق ہے اور کون نہیں ہے۔

ضمیمہ ۲

بسلسلۂ الدھر، حاشیہ ۳۴

اس آیت میں ظالم سے مراد وہ لوگ ہیں جن تک اللہ کا کلام اور اس کے نبی کی تعلیم پہنچے اور پھر وہ خوب سوچ سمجھ کر، جان بوجھ کر، یہ فیصلہ کریں کہ ہمیں اس کی پیروی نہیں کرنی ہے۔ اِن میں وہ ظالم بھی شامل ہیں جو صاف صاف کہہ دیں کہ ہم اِس کلام کو خدا کا کلام اور اِس نبی کو خدا کا نبی نہیں مانتے، یا سرے سے خدا ہی کو نہیں مانتے۔ اور وہ ظالم بھی شامل ہیں جو خدا اور نبی اور قرآن کو ماننے سے انکار تو نہیں کرتے مگر فیصلہ اُن کا یہی ہوتا ہے کہ ہمیں اُس کی پیروی نہیں کرنی ہے۔ حقیقت کے اعتبار سے یہ دونوں ہی گروہ ظالم ہیں۔ پہلے گروہ کا معاملہ تو صاف ہی ہے۔ لیکن دوسرا گروہ بھی اس سے کچھ کم ظالم نہیں ہے، بلکہ اس کے ساتھ وہ منافق اور دغاباز بھی ہے۔ زبان سے کہتا ہے کہ ہم خدا کو مانتے ہیں، رسول کو مانتے ہیں، قرآن کو مانتے ہیں، مگر ان کے دل اور دماغ کا فیصلہ یہی ہوتا ہے کہ اس کا اتباع انہیں نہیں کرنا ہے، اور عمل بھی وہ اس کے خلاف ہی کرتے ہیں۔ ان دونوں قسم کے لوگوں کے متعلق اللہ تعالیٰ کا اعلان یہ ہے کہ ہم نے اُن کے لیے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔ دنیا میں چاہے وہ دندناتے پھریں۔ خوب دادِ عیش دیں۔ اپنی بڑائی کے ڈنکے خوب بجالیں۔ مگر آخر کار اُن کا انجام ایک دردناک عذاب کے سوا کچھ نہیں ہے۔ اللہ کی رحمت میں داخل ہونا ان کو نصیب نہیں ہو سکتا۔